نجات اور اس کے اسباب

ابو اسعد مولانا محمد صدیق
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين اما بعد اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ثم ننجي رسلنا والذين آمنوا كذالك حقا علينا ننجي المومنين (سورۃ یونس:۱۰۳)

پھر ہم ہی اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو نجات دیں۔

دنیا و آخرت میں آفات و بلیات اور مصائب ومشکلات سے خلاصی ورہائی اور بالآخر جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کا نام نجات ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز (سورۃ آل عمران:۱۸۵)

جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ نجات پا گیا۔

اسی طرح قرآن مجید نے آل فرعون کے مومن کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے فرعونیوں سے کہا:

ويا قوم مالي ادعوكم الى النجاة وتدعونني الى النار (سورۃ مومن:۴۱)

اے میری قوم میرا کیا حال ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہو۔

یہاں جہنم کے مقابلہ میں لفظ نجات کا اطلاق واستعمال بتاتا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے لہٰذا جنت کا حصول ہی حقیقی نجات ہے۔

نجات اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی نجات دہندہ ہے اس کے سوا کوئی نجات کا مالک ومختار نہیں، اسی عقیدے کا اظہار اس دعا میں ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت کے مطابق مسلمان سوتے وقت پڑھتے ہیں:

اللهم اسلمت نفسي اليك ووجهت وجهي اليك وفوضت امري اليك والجات ظهري اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجأ منك إلا اليك آمنت بكتابك الذي انزلت ونبيك الذي ارسلت (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ المصابیح باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام)

اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کردی اور اپنا منہ تیری طرف پھیر لیا اور اپنے کام تیرے سپرد کر دیئے اور میں نے تیرا شوق رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تجھ پر بھروسہ کیا، تیرے عذاب سے بچنے کیلئے تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں ہے۔میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پر جس کو تو نے بھیجا۔

یہ عقیدہ انسان کی فطرت وجبلت میں موجود ہے اسی لئے مشکل اوقات وحالات میں مشرک اور دہریہ تک اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں اور اسی کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل من ينجيكم من ظلمات البر والبحر تدعونه تضرعا وخفية لئن انجانا من هذه لنكونن من الشاكرين قل الله ينجيكم منها ومن كل كرب ثم انتم تشركون (سورۃ الانعام:۶۳،۶۴)

کہہ دیجئے جنگلوں اور دریاؤں کی تاریکیوں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟ جسے تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں اس تنگی سے نجات دی تو ہم ضرور اس کے شکر گزار ہوں گے۔کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس تنگی سے اور ہر پریشانی سے نجات بخشتا ہے پھر بھی تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔

هو الذي يسيركم في البر والبحر حتىٰ اذا كنتم في الفلك وجرين بهم بريح طيبة وفرحوا بها جاءتها ريح عاصف وجاءهم الموج من كل مكان وظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين. فلما انجاهم اذا هم يبغون في الارض بغير الحق ياايها الناس انما بغيكم على انفسكم متاع الحياة الدنيا ثم الينا مرجعكم فننبئكم بما كنتم تعملون (سورۃ یونس:۲۲،۲۳)

وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں لوگوں کو لیکر موافق ہوا سے چل رہی ہوتی ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں کہ یکدم تند ہوا آتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موجیں اٹھنے لگتی

ہیں اور وہ گمان کر لیتے ہیں کہ اب تو موجوں میں گھر گئے اس وقت وہ اپنے اعتقاد کو اللہ ہی کیلئے خالص کر کے اس کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو یقیناً ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔ جب اللہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو فوراً حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو تمہاری بغاوت تمہارے اپنے ہی خلاف ہے، دنیا کی زندگی کے مزے لوٹ لو پھر تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے، پھر ہم تمہیں بتادیں گے جو کچھ تم کرتے تھے۔

فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم الى البر اذا هم يشركون (سورۃ العنکبوت)

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کیلئے عبادت کو خالص کر کے پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو وہ اسی وقت شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو امان دے دی۔ چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا۔ فرمایا ان کو قتل کر دو چاہے تم ان کو کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پاؤ۔ عکرمہ بن ابوجہل عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح۔ عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا اس کی طرف سعید بن حریث اور عمار بن یاسر دوڑے۔ عمار سے پہلے سعید پہنچ گیا اور اس کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ لیا اور اسے بھی قتل کر دیا۔ عکرمہ نے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ تند تیز آندھی نے ان کو آلیا کشتی والے کہنے لگے اب خالص اللہ کو پکارو کہ تمہارے الٰہ یہاں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے عکرمہ نے کہا:

والله لئن لم ينجني من البحر إلا الإخلاص لا ينجيني في البر غيره، اللهم ان لك علي عهدا ان انت عافيتني مما انا فيه ان آتي محمدا ﷺ حتى اضع يدي في يده فلأجدنه عفوا كريما فجاء فاسلم

اللہ کی قسم سمندر میں خالص اللہ کو پکارنا ہی مجھے نجات دے سکتا ہے۔ تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی دوسرا مجھے نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا جس میں اب میں گرفتار ہوں تو میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ میں آپ کو معاف کرنے والا، احسان کرنے والا پاؤں گا۔ چنانچہ عکرمہ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(سنن النسائی، کتاب المحاربۃ باب الحکم فی المرتد)

نجات کا داعی

نجات سب کو مرغوب و محبوب ہے۔ لیکن اس کی فکر سے غفلت کی وجہ سے انسان ہلاکت و خسارے سے دوچار ہو جاتا ہے لہٰذا دنیا و آخرت کے امور و معاملات میں نجات کی فکر اور رغبت دلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نجات کے داعی بن کر تشریف لائے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میری مثال اور اس چیز کی مثال جسے مجھے دے کر اللہ نے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے کوئی آدمی قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے

واني أنا النذير العريان فالنجاء النجاء

اور میں کھلا ڈرنے والا ہوں لہٰذا اس سے نجات و خلاصی پا جاؤ۔ اس کی قوم میں ایک گروہ نے اس کی بات قبول کر لی وہ منہ اندھیرے آرام سے چلے گئے (فنجوا) انھوں نے نجات پائی۔ ایک گروہ نے اسے جھٹلایا وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہے، صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ان کو ہلاک اور برباد کر دیا۔

فذالك مثل من اطاعني فاتبع ما جئت به و مثل من عصاني و كذب ما جئت به من الحق.

یہ اس کی مثال ہے جس نے میری بات مان لی اور جو کچھ میں لایا ہوں اس کی پیروی کی۔ اور اس کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اور جو کچھ میں حق لایا ہوں اس کو جھٹلایا۔ (بخاری و مسلم مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اسباب نجات

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق و مالک ہے، خالق ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی مخلوق کی نجات کن چیزوں میں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نجات کے اسباب و اعمال کی طرف رہنمائی کیلئے نبیوں اور کتابوں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ انبیاء کرام نے وحی الٰہی کے مطابق لوگوں کے سامنے وہ عقائد و عبادات اور اخلاق پیش فرمائے کہ جن کو اختیار کر لینے کے بعد نجات یقینی ہو جاتی ہے انشاء اللہ۔ ہمارے محبوب نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں اسباب نجات سے آگاہ فرمایا۔

(۱) کلمہ طیبہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بہت سے صحابہ اتنے غمزدہ ہو گئے کہ بعض کے دلوں میں کئی قسم کے وسوسے آنے لگے ۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان (غمزدہ) لوگوں میں سے تھا۔ میں کسی وقت بیٹھا ہوا تھا میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور انھوں نے سلام کہا لیکن مجھے احساس تک نہ ہوا۔ حضرت عمر نے اس واقعہ کی شکایت حضرت ابو بکر سے کی ۔پھر وہ دونوں آئے اور مجھے اکٹھے سلام کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایسا نہیں کیا حضرت عمر نے کہا واللہ تم نے ایسا ہی کیا ہے۔ میں نے کہا واللہ مجھے تمھارے گزرنے اور سلام کہنے کا علم ہی نہیں

حضرت ابو بکر نے فرمایا عثمان سچ کہہ رہے ہیں۔ تمھیں کسی دوسرے کام میں مشغولیت ہوگی۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ انھوں نے فرمایا وہ کیا؟ میں نے کہا:

توفی اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان نسئالہ عن نجاۃ ھذا الامر

اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے پہلے اس کے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے کہ اس دین میں رہ کر نجات کس طرح ممکن ہے۔

حضرت ابو بکر نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ میں ابو بکر کے پاس کھڑا ہو گیا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہی اس سوال کے زیادہ حقدار تھے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس امر (دین) کی نجات کس میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من قبل منی الکلمۃ التی عرضت علی عمی فردھا فھی لہ نجاۃ

جس شخص نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کر لیا جسے میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تھا اس نے انکار کر دیا تھا یہی کلمہ اس کی نجات کا سبب ہے۔ (مسند احمد مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسلام میں نجات کا دارومدار کلمہ طیبہ یعنی توحید خالص پر ہے ۔

(۲) زبان کی حفاظت
(۳) گھر میں رہنا
(۴) اپنی خطا پر آنسو بہانا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! **بم نجاۃ المومن**

مومن کی نجات کس عمل پر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اخرس لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک

اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھ۔ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر۔ اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے سے ملاقات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی کر کے میرا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا عقبہ! کیا میں تمھیں تورات ،انجیل ،زبور اور قرآن میں اتری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورہ **قل ھو اللہ احد** اور سورہ **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھائیں۔ پھر فرمایا دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولنا اور انہیں پڑھے بغیر نہ سونا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نہ انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے بغیر گزاری۔ پھر ایک روز میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو میں نے جلدی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عقبہ! جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ۔ جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے۔ (احمد 158/4 ۔ترمذی ،ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان)

اس واقعہ سے صحابہ کرام کی نجات کے متعلق فکر مندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگی کا اہم مسئلہ نجات تھا۔ اور وہ ہر وقت ایسے اعمال کی جستجو میں رہتے کہ جن سے نجات ممکن ہو جائے۔

(۵) ذکر الٰہی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لکل شئی صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ وما من شئی انجی من عذاب اللہ قالوا و لا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا ان یضرب بسیفہ حتی ینقطع (البیہقی فی الدعوات الکبیر مشکوۃ باب ذکر اللہ)

ہر چیز کو صاف کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کو صاف کرنے والا اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی شیء اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں ہے

؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجاہد ایسے تلوار چلائے کہ آخر وہ تلوار ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس کے برابر نہیں۔

بعض حضرات فضیلت ذکر کے ایسے دلائل سن کر بے چین ہو جاتے ہیں کہ اس طرح تو ذکر جہاد سے افضل واعلیٰ ثابت ہو گیا۔ واقعی ذکر جہاد سے افضل ہے کیونکہ جہاد ذکر الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے۔ ذکر منزل ہے اور جہاد اس تک پہنچنے کا طریق وذریعہ ہے۔ ذکر اصل مقصود ہے اور جہاد اس کے حصول کیلئے واسطہ ہے۔ ہر عبادت کا مقصد ذکر الٰہی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

واقم الصلاۃ لذکری (سورہ طٰہٰ 14)

اور میرے ذکر کیلئے نماز پڑھو۔

اعمال صالحہ میں افضل ترین عمل ذکر الٰہی ہی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے **ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر** (سورۃ العنکبوت 45)

صلاۃ یقیناً بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے۔

(۶) قرآن کریم

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: ان ھذا القرآن مادبۃ اللہ، فتعلموا من مادبتہ ما استطعتم، ان ھذا القرآن حبل اللہ والنور والشفاء النافع، عصمۃ لمن تمسک بہ، ونجاۃ لمن اتبعہ

(سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن باب فضل من قرأ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی دعوت ہے لہذا جس قدر تم سے ہو سکے اس کی دعوت میں سے حاصل کرو، یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رسی اور نور ہے اور فائدہ مند شفاء اس کیلئے حفاظت کا باعث ہے جو اس پر عمل کرے اور اس شخص کی نجات کا باعث ہے جو اس کی اتباع کرے۔

(۷) صبر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلاۃ ان اللہ مع الصابرین (سورہ البقرہ 153) اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام پر ایک دفعہ بڑی پریشانی آئی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دی تو انھوں نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

الحمد للہ الذی یجزی بالصبر نجاۃ

تمام تعریف اس اللہ کی جو صبر کے عوض نجات عطا فرماتا ہے۔

(البدایہ والنھایہ 375/2)

(۸) صداقت

حضرت کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنھم۔ یہ تینوں مخلص مسلمان تھے۔ ہر غزوے میں یہ شریک ہوتے رہے۔ غزوہ تبوک میں سرف تساہلاً شریک نہیں ہوئے۔ بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو سوچا کہ ایک غلطی (پیچھے رہنے کی) تو ہو گئی لیکن اب منافقین کی طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جھوٹا عذر پیش کرنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ چنانچہ حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف اعتراف کر لیا اور اس کی سزا کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ نبی ﷺ نے ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا کہ وہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل فرمائے گا۔ تاہم اس دوران آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان تینوں افراد سے تعلق قائم رکھنے حتیٰ کہ بات چیت تک کرنے سے روک دیا اور چالیس راتوں کے بعد انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں سے بھی دور رہیں چنانچہ بیویوں سے بھی جدائی عمل میں آئی مزید دس دن گزرے تو توبہ قبول کر لی گئی۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ!

ان اللہ انما نجانی بالصدق وان من توبتی ان لا احدث الا صدقا ما بقیت

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے ہی نجات دی ہے اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک)

(۹) نماز

قد افلح المومنون، الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (سورۃ المومنون 1.2)

یقیناً ایمان والوں نے فلاح ونجات حاصل کر لی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

من حافظ علیھما کانت لہ نوراً وبرھاناً ونجاۃ یوم القیمۃ ومن لم یحافظ علیھما لم تکن لہ نوراً ولا برھاناً ولا نجاۃ وکان یوم القیمۃ مع قارون وھامان وفرعون وابی بن خلف (صحیح ابن

حبان حدیث 1467)

جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کیلئے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا ذریعہ ہوگی۔ جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کیلئے نہ نور ہوگی نہ برہان اور نہ نجات کا ذریعہ۔ قیامت کے روز اس کا انجام قارون ،فرعون ،ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(۱۰) تقوی

(۱۱) ہر حالت میں حق کہنا

(۱۲) میانہ روی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

ثلاث منجيات وثلاث مهلكات فاما المنجيات فتقوى الله في السر والعلانية والقول بالحق في الرضى والسخط والقصد في الغنى والفقر. واما المهلكات فهوى متبع و شح مطاع واعجاب المرء بنفسه وهى اشد هن (شعب الایمان للبیہقی فی مشکوۃ المصابیح باب الغضب والکبر)

تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں

جو چیزیں نجات دینے والی ہیں ان میں سے ایک تو باطن وظاہر (یعنی جلوت وخلوت ہر حالت) میں اللہ سے ڈرنا ہے۔ دوسری چیز خوشی و ناخوشی (ہر حالت) میں حق بات کہنا ہے۔ تیسری چیز دولت مندی وفقیری دونوں حالتوں کے درمیان میانی روی اختیار کرنا ہے۔ اور جو تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان میں سے ایک تو خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے۔ دوسری چیز حرص وبخل ہے انسان جس کا غلام بن جائے۔ اور تیسری یہ چیز آدمی کا اپنے آپ پر گھمنڈ کرنا ہے اور تیسری چیز ان سب میں بد ترین خصلت ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

واعلموا انه لن ينجو احد منكم بعمله قالو يا رسول الله ولا انت قال ولا انا الا ان يتغمدني الله برحمة منه وفضل (صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین باب لن یدخل الجنۃ احد بعملہ بل برحمۃ اللہ تعالی)

یہ بات جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا صحابہ کرام نے عرض کیا اور نہ آپ۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالی اپنی رحمت اور فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔

بہت سارے لوگ اس حدیث سے غلط فہمی کی وجہ سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں کیونکہ نجات تو رحمت سے مل جاتی ہے۔ ٹھیک ہے کہ نجات رحمت سے ملتی ہے لیکن اس بات پر بھی غور وفکر کرنا چاہیے کہ رحمت کس طرح ملتی ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ رحمت اعمال صالحہ سے ملتی ہے ۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اسی حقیقت کو بہت ساری آیات میں بیان کیا ہے۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (سورۃ الاعراف 204) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

واقيموا الصلاة وآتوا الزكوة واطيعوا الرسول لعلكم ترحمون (سورۃ النور 56)

صلوۃ قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون (سورۃ الحجرات 10) مومن تو سب آپس میں بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

اسی طرح حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ما من احد يدخله عمله الجنة فقيل ولا انت قال ولا انا الا ان يتغمدني ربي برحمة (صحیح مسلم کتاب المنافقون)

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو اس کا عمل جنت میں لے جائے، لوگوں نے عرض کیا۔ اور نہ آپ یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہ میں مگر میرا رب اپنی رحمت سے مجھ کو ڈھانپ لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہے کہ جنت رحمت سے ملتی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے جنتیوں کو جنت میں آواز آئے گی۔

ونودوا ان تلكم الجنة اورثتموها بما كنتم تعملون (سواۃ الاعراف 43) اس وقت ندا آئے گی تم اس جنت کے وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلہ میں جو تم کرتے رہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جنت عمل صالح سے ملتی ہے۔

بات وہی ہے کہ جنت رحمت سے ملتی ہے اور رحمت اعمال صالحہ سے۔ یا یوں کہہ لیں کہ جنت میں داخلہ کیلئے رحمت سبب قریب ہے اور عمل صالح سبب بعید۔

وما علينا الا البلاغ المبين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆